میں آ چکے ہیں تو مشفقانہ اور ناصحانہ انداز میں اُن کو ترغیب دیتا ہے "دولت کو دانتوں سے دبائے رکھو، دیکھو یہ حفاظت کی چیز ہے ضائع نہ ہونے پائے" پھر اس سلسلہ میں اُس کی نہایت ہی گہری چالیں اور اس کا نہایت ہی باریک فریب یہ ہوتا ہے کہ یہی جو ابھی زخارف دنیوی کو حرزِ جاں بنانے کی نصیحت کر رہا تھا ایک صاف دل اور سچے مسلمان کو جس کے قلب میں آخرت کی شادکامیوں کی حقیقی طلب موجود ہے، دولت کی خرابیوں اور ہولناکیوں سے ڈراتا ہے، سچے مسلمان پر اس جادو کا چل جانا تعجب کی بات نہیں ایک طالبِ آخرت کسی وقت بھی دنیا کی محبت میں غرق نہیں ہو سکتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ غریب اس مردود ازلی کی فریب کاریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور دولت کی حفاظت کی نفرت اُس پر اس درجہ غالب آ جاتی ہے کہ وہ سچ مچ اسے ایک مجرمانہ فعل سمجھنے لگتا ہے، مال سے نفرت کا یہ جذبہ شدہ شدہ اتنا ترقی کر جاتا ہے کہ یہ نیک بخت اپنا سارا اندوختہ کھو بیٹھتا ہے۔

ادھر یہ لعین جب دیکھتا ہے کہ شکار اُس کے پنجوں میں پھنس گیا ہے تو وہ اپنے سمندِ فکر کو اور تیزی سے آگے بڑھاتا ہے۔ بے تکلفانہ کہتا ہے "ایمان کی حفاظت چاہتے ہو تو دنیا پر لات مارو، زاہدانہ زندگی اختیار کرو، وسائل معیشت کی تلاش اور کسب و اکتساب کی زنجیروں سے آزاد ہو جاؤ"

اندازِ بیان کس قدر معصومانہ ہے، قالب کتنا پاکیزہ ہے لیکن اس کی تہ میں دغابازی کے کیسے کیسے جال بچھے ہوئے ہیں؟ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اور خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ابلیس جس نے خداع و زُور کے تمام راستوں پر اپنے پہریدار بٹھا رکھے ہیں اس ارادتمند کے سامنے اس کے کسی بر خود غلط شیخ طریقت کی زبان سے کہلاتا ہے "بس جو کچھ ہے خرچ کر ڈالو، دنیا کی الجھنوں میں کب تک پھنسی رہو گے، یاد رکھو جب تک تمہارے پاس صبح، شام کا کھانا بھی موجود ہے زاہدوں اور متوکلوں کی صف میں کھڑے نہیں ہو سکتے اور عزیمت کا وہ مرتبہ تم کو نہیں مل سکتا جو اہل زُہد کے لیے مخصوص ہے۔"

اُس مضمون کی تاکید اور مطلب براری کے لیے ایسی ایسی ضعیف، غیر صحیح بلکہ موضوع روایتیں سنائی جاتی ہیں جن کا نہ کوئی پایۂ اعتبار ہوتا ہے، نہ درجۂ ثبوت اور جن کی کوئی اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں نہیں پائی جاتی۔

اب سُنیے! یہ اللہ کا بندہ اِن چکروں میں پڑ کر جب اپنا سب کچھ برباد کر دیتا ہے اور اُس کی معاش کے تمام ذرائع معطل ہو جاتے ہیں تو ایسی حسرتناک صورت رونما ہوتی ہے جس کے تصور سے جسم پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے، وہ جو پہلے دوسروں کی خدمت کرتا تھا جس کا ہاتھ عزیزوں اور دوستوں میں اونچا رہتا تھا آج وہ اپنے دوستوں سے داد و دہش کا منتظر رہتا ہے۔ اُس کی نگاہیں عزیزوں کے دستِ کرم پر لگی رہتی ہیں، وہ جو کسی امیر کے سامنے نہیں جھکتا تھا جس کا استغنا ہمیشہ اُسے سر بلند رکھتا تھا اب وہ دولت والوں کے دروازوں کا طواف کرتا پھرتا ہے بلکہ اُن کی چوکھٹ پر پیشانی رکھتے ہوئے بھی اُسے ندامت محسوس نہیں ہوتی، کیونکہ یہ کھلی بات ہے کہ زُہد اور ترکِ دنیا کا یہ عہد زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکتا تھا۔

طبیعت کے تقاضوں پر قابو پانا ہر ایک کا کام نہیں۔ زہد و توکل کی یہ راہ ایسی نہیں تھی جس سے پچھلے پاؤں لوٹنا نہ پڑتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس چیز کو بُرا سمجھ کر ترک کیا تھا اُس سے زیادہ بُری چیز کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اب از سرِ نو تحصیلِ دنیا کے لیے جو سودا کرنا پڑتا ہے وہ دین و آبرو کا سودا ہوتا ہے۔ یہ دنیا کو مُردار سمجھنے والا دنیا طلبی کے جذبہ سے ایسا سرشار ہوتا ہے کہ خودداری، عزتِ نفس بلکہ دین و مذہب تک کو رسوا کر دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حالانکہ یہ شخص اگر اعاظمِ رجال (بڑے بڑے لوگ) کی زندگیوں اور سیرتوں پر نظر رکھتا اور ارشاداتِ نبوی پر غور کرتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ وسائلِ معاش کی تحصیل اللہ کے تمام پیغمبروں کی پیغمبروں کے تمام سچے اُمتیوں کی سنت ہے۔

(باقی)

لطائفِ ادبیہ

معلوم نہیں کیوں؟

ہندوستان کے مشہور شاعر شیوا بیاں حضرتِ جگر مرادآبادی پچھلے دنوں علاج کی غرض سے دہلی آئے تھے۔ اثنائے قیام میں آپ دفترِ برہان میں بھی تشریف لائے، اور ارکانِ ندوۃ المصنفین کو دیر تک اپنے وجد آفریں کلام سے بہرہ اندوز کرتے رہے۔ آخر میں آپ نے ناظرینِ "برہان" کے لیے خود اپنے قلم سے لکھ کر ایک تازہ غیر مطبوعہ غزل عنایت فرمائی جس کو ہم شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہیں۔ جگر جتنے بڑے شاعر ہیں اُس سے زیادہ پیکرِ اخلاص و محبت انسان ہیں اور وہ صرف دماغ کے نہیں بلکہ درحقیقت وہ دل اور روح کے اعتبار سے بھی شاعر ہیں۔ غزل ذیل صرف ایک فسونِ شاعری نہیں بلکہ "اک ہلاکِ جستجو" دل کی ایک صدائے درد و الم ہے۔ "برہان"

بے تاب ہے، بے خواب ہے معلوم نہیں کیوں
دل ماہیِ بے آب ہے معلوم نہیں کیوں

بے کیف مئے ناب ہے معلوم نہیں کیوں
پھیکی شبِ مہتاب ہے معلوم نہیں کیوں

ساقی نے جو بخشا تھا بہ صد لطف و باصرار
وہ جرعہ بھی زہر آب ہے معلوم نہیں کیوں

خلوت میں بھی، جلوت میں بھی گھیرے ہوئے دل کو
اک شعلۂ بیتاب ہے معلوم نہیں کیوں

تو ساز کہ خود نغمۂ عریاں تھا اُسی کو
اندیشۂ مضراب ہے معلوم نہیں کیوں

دل آج بھی سینے میں دھڑکتا تو ہے لیکن
کشتی سی تہِ آب ہے معلوم نہیں کیوں

بے نام سی اک یاد ہے کیا جانیے کس کی
بے وجہ تب و تاب ہے معلوم نہیں کیوں

کل تک یہی دنیا سبدِ گل تھی مگر آج
بے رنگ ہے، بے آب ہے معلوم نہیں کیوں

دیکھا تھا کبھی خواب سا معلوم نہیں کیا
اب تک اثرِ خواب ہے معلوم نہیں کیوں

محسوس یہ ہوتا ہے، کہ ہر تازہ تغیر
میرے لیے بے تاب ہے معلوم نہیں کیوں

درسِ حیات

از جناب نہال سیوہاروی

عشق کا درس محبت کا بیاں تازہ کریں
آؤ ہنگامۂ تسخیرِ جہاں تازہ کریں
فرقِ عالم کو جھکا دیں طرفِ میخانہ
شیوۂ بندگیِ پیرِ مغاں تازہ کریں
آؤ ہر دل کو بنائیں تپش آلودۂ شوق
آؤ ہر سینہ میں اک عزمِ جواں پیدا کریں
پھر سنائیں اسی انداز سے افسانۂ عشق
آؤ آرائشِ اسلوبِ بیاں تازہ کریں
ذرہ میں سطوتِ خورشید کو کر دیں پنہاں
قطرہ میں ہمتِ سیلابِ رواں پیدا کریں
کاہ میں از سرِ نو رنگِ خودی دوڑا کر
جذبۂ ہمسریِ کوہِ گراں تازہ کریں
پھر ہوئے ذوقِ خلشِ تیر و سناں فرسودہ
آؤ ذوقِ خلشِ تیر و سناں پیدا کریں
پھر ہے آماجگہ فتنہ و شورش یہ جہاں
آؤ بزمِ طربِ امن و اماں تازہ کریں
پھر محبت سے کریں کون و مکاں کو معمور
رونقِ گم شدۂ کون و مکاں تازہ کریں
آؤ پھر جنسِ معانی کا کریں نرخ بلند
یعنی سرگرمیِ تزئینِ دکاں تازہ کریں
داغِ دل مثلِ چراغِ تہِ داماں کب تک
آؤ تابندگیِ نارِ عیاں تازہ کریں
تا بہ کے عزمِ فتوحاتِ جہاں سے یہ گریز
آؤ پیکارِ فتوحاتِ جہاں تازہ کریں

باز ہنگامہ زنِ گنبدِ دوار شویم
زندگی را سببِ گرمیِ بازار شویم